حالات حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ

از

(مولوی سید محمد فاروق بخاری، لیکچرر شعبۂ عربی گورنمنٹ ڈگری کالج سوپور کشمیر)

ہندوستان میں جس طرح چشتیہ سلسلہ کے مشائخین کرام نے اسلام پھیلانے میں غیر معمولی رول ادا کیا ہے اسی طرح کُبرویہ سلسلہ سے وابستہ چند نامور بزرگوں نے بھی تبلیغ اسلام جیسا فریضہ انجام دینے میں عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ بلکہ بعض جگہوں پر کفر و ضلالت ختم کرنے اور اس کی جگہ دینِ حنیف کا بیج بونے میں فقط کُبروی سہروردی مشائخ ہی نظر آتے ہیں۔ جہاں تک کشمیر، لداخ اور کسی حد تک تبت کا تعلق ہے یہاں چشتیہ و قادریہ سلسلے سے متعلق بزرگوں کا سُراغ برائے نام ملتا ہے اور یہ جگہیں مشائخ کُبرویہ کی رہینِ منت ہیں۔ کشمیر میں حضرت امیر سید علی ہمدانی المتوفی سنہ ۱۳۸۶ء پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے تبلیغ الاسلام کی باضابطہ بنیاد ڈالی۔ انہوں نے اپنے ساتھ سینکڑوں ہم مشرب بزرگوں کو ایران وغیرہ سے لاکر جگہ جگہ مساجد، مدارس اور خانقاہیں بنوانے کی کوشش کی۔ ان کی سعی نے نہ صرف کشمیر کی مذہبی زندگی میں انقلابِ عظیم پیدا کیا بلکہ یہاں کی سینکڑوں سالوں کی راسخ تہذیب و ثقافت کا رُخ بدل دیا۔ ڈاکٹر احسان اللہ کا یہ قول بالکل درست ہے:-

"شاہ ہمدان و ہمراہان علاوہ بر آنکہ کشمیریاں را باسلام رہبری کردند، ہنر و فرہنگ و زبان شیرین و نظم نمکین فارسی را ہم با خود بارمغان آوردند و بمردم کشمیر سپردند۔ ازیں رو است کہ اہالی خطۂ کشمیر مظاہر حیات و مبانی سعادت خود را از حضرت شاہ ہمدان و برکات فیوضات وے می دانند" [1]

---

[1] اصولِ تصوف: خیابانِ لالہ زار طہران ص ۲۹۵ ۱۳۴۶ھ

یہاں فی الحال ہندوستان میں اس سلسلے کے خصائص اور اُن کے خدمات پر روشنی ڈالنی مقصود نہیں ہے بلکہ خود اس سلسلہ کے سرچشمہ کے حالاتِ زندگی اور علمی کارناموں کا تھوڑا تذکرہ کرنا ہے۔ کیوں کہ اسلامی تصوف کی تاریخ میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ ایک بلند مرتبہ کے مالک ہیں اور صوفیائے کرام میں "چیزے دیگر" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ بیک وقت ایک ممتاز فاضل، ایک باکمال مناظر، چوٹی کے شاعر، سیاح، مصنف اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔

باوجود اس مسلّمہ قاعدہ کے کہ معاصرت، منافرت کی جڑ ہوتی ہے، حضرت شیخ کبریٰ کے سارے معاصرین جو خود آسمانِ علم و تقویٰ کے آفتاب و ماہتاب تھے، اُن کی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ ان میں شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی، امام فخر الدین رازی مولانا بہاؤ الدین ولد (والدِ ماجد مولانا رومی) خود مولانا رومیؒ شیخ فریدالدین عطار رحمہم اللہ تعالیٰ ذکر ہیں۔ پروفیسر براؤن نے لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین کبریٰ کی جلالت و عظمت کا اندازہ لگانے کیلئے بس یہی ثبوت کافی ہے کہ جس دن تاتاریوں نے چھ لاکھ مسلمانوں کا خاتمہ کیا ان شہیدوں میں فقط ایک شیخ نجم الدین ہیں جن کا صاحبِ جمعیۃ التواریخ نے ذکر کیا ہے۔ ؎۱

حضرت شیخ کا عہد حضرت شیخ کا عہد، بالخصوص وہ دور جس میں انہوں نے ولادت پائی۔ اکثر اسلامی ممالک کے زوال و انحطاط کا آخری اور کچھ سلطنتوں کے عروج و اقبال کا ابتدائی دور تھا۔ خلافتِ بغداد نے حضرتِ شیخ کے سالِ ولادت تک ۱۳۳ سال جیسی طویل مدت تنزل کی حالت میں گزاری تھی سیاسی اور اخلاقی زوال کا یہ حال تھا کہ حضرتِ شیخ کے زمانے میں مستنجد باللہ (زمانۂ خلافت ۵۵۵ھ تا ۵۶۶ھ) کا گلا گھونٹ کر مار دیا گیا ؎۲

جب اُس کا بیٹا مستضئی تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا اپنے باپ کے لائق وزیر شرف الدین البلدی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مستضئی کے بعد بھی یہی سلسلہ جاری رہا جہاں تک برائے نام خلفا کے اختیارات کا تعلق ہے تو مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے لفظوں میں "خلیفہ مختلف سلطنتوں اور حکومتوں کے درمیان ایسا مقید تھا جیسے ایک زبان دانتوں کے حلقہ میں محصور ہوتی

؎۱ Browne — Literary History of Persia Vol. 2, P. 491

ہے [۱]

اسپین اور شمالی افریقہ کے اسلامی ممالک بھی انتہائی ذلت اور پستی کی حالت میں تھے حضرت شیخ ہی کے زمانے میں قسطنطنیہ کی جنگ مسلمانوں اور فرنگیوں کے درمیان چھڑ گئی۔ فرنگیوں کے عظیم الشان لشکر کے ہاتھوں مسلمانوں کو ایسی شکست کھانی پڑی جس میں پروفیسر حتی [illegible] کے بقول (اگرچہ یہ مبالغہ سے خالی نہیں ہے) چھ لاکھ لوگوں پر مشتمل اسلامی لشکر میں سے صرف ایک ہزار افراد بچ گئے۔ [۲] اگرچہ مشہور اسلامی جرنیل زکریا بن ابی حفص کی بہادری کے بدولت الموحدون کو مزید گیارہ سال تک حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ مگر زوال انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ حضرت شیخ ہی کے زمانے میں غزنوی حکومت بھی فنا ہوتی ہے اور اس کی جگہ غوریوں کی سلطنت وجود میں آتی ہے مگر قدرت کی کاریگری دیکھئے سلطان محمد غوری بھی حضرت شیخ ہی کے دورانِ حیات میں (۶۰۲ھ) ایک اسماعیلی ملحد دمیک نامی کے ہاتھوں شہید ہوتے ہیں۔

<u>ولادت اور وطن</u>: یہ تھے وہ حالات جو حضرت شیخ کے زمانے میں اسلامی دنیا پر چھائے ہوئے تھے مگر اس سیاسی اور سماجی تنزل و تعطل کے باوجود علم و تقویٰ کا بازار بھی گرم تھا جس کا ذکر ہم حضرت شیخ کے معاصرین میں کریں گے۔

آپ کا اسمِ گرامی احمد، والدِ بزرگوار کا نام عمر کنیت ابوالجناب، لقب کُبریٰ اور ولی تراش تھا۔ آپ خوارزم کے ایک گاؤں خیوق میں تولد ہوئے۔ بعض فارسی تذکرہ نگاروں نے خیوف لکھا ہے مگر معجم البلدان سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ خیوق کو بعض لوگ (خ) کے زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اہل خوارزم اسے خیوہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک بڑا قلعہ بھی ہے خوارزم کے لوگ اکثر حنفی ہیں مگر خیوق والے شافعی ہیں۔" [۳] غرض اسی جگہ آپ نے ۵۴۰ھ میں ولادت پائی۔

<u>کنیت اور القاب</u>: بعض مشہور اہل علم اور صاحب حال بزرگوں کی طرح آپ کا نام لوگوں کے ذہنوں

[۱] History of the Arabs p. 499 [۲] مسلمانوں کا عروج و زوال ص ۸۹
[۳] معجم البلدان ج ۳ ص ۵۰۳ مطبعۃ السعادۃ مصر

سے محو ہوا اور سب آپ کو کنیت اور القاب ہی سے یاد کرنے لگے۔ آپ کی کنیت جیسے ابوالجناب اور القاب جیسے کبریٰ، دل تراش، نجم الدین وغیرہ کے پیچھے جو وجوہات تذکروں میں ملتے ہیں ہم انھیں ذکر کرتے ہیں۔

ابوالجناب ابوالجناب کُنیت رکھنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار حضرتِ شیخ حصولِ علم کے خاطر ہمدان تشریف لے گئے۔ وہاں کہیں سے یہ معلوم ہوا کہ اسکندریہ میں ایک ممتاز محدث ہیں حضرت شیخ فوراً اسکندریہ گئے۔ وہاں محدثِ موصوف سے اجازت حاصل کی۔ واپس لوٹتے وقت ایک رات خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا کوئی کنیت عطا فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوالجناب۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو اس کنیت کے معنیٰ و مقصد پر غور کیا۔ آخر میں یہ معنیٰ اخذ کرکے اطمینان ہوا: از دنیا اجتناب می باید کرد۔ یعنی دنیا سے علیحدگی اختیار کرنی چاہیئے۔

کُبریٰ حضرتِ شیخ کا دوسرا لقب یا خطاب کُبریٰ ہے اِس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نرے صوفی نہیں تھے بلکہ بلند پایہ محدث، متکلم اور مناظر بھی تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں آپ کو بحث مباحثہ میں حصہ لینے کا شوق تھا۔ جب کسی سے مباحثہ یا مناظرہ کرتے تو اس پر غالب آتے تھے۔ اس وجہ سے علماء نے آپ کو اَلطَّامَّۃُ الْکُبْرٰی (بڑی آفت) سے مخاطب کیا۔ یہ خطاب آپ کے نام پر اس طرح غالب آیا۔ کہ لوگ اصلی نام بھول گئے۔ کثرتِ استعمال سے طامۃ حذف ہوا۔ اور کُبریٰ رہ گیا [1] سلسلۂ کبرویہ بھی اِسی وجہ سے کُبروی کہلایا جاتا ہے۔ مولانا جامیؒ [2] لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کے نزدیک کُبریٰ میں "ب" ساکن نہیں ہے بلکہ اس پر زبر ہے یعنی نجم الکُبَریٰ کہ آپ بڑوں کے تارے ہیں۔ مگر وہ اس قول کو رد کرکے اوّل الذکر "کُبریٰ" ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

وھذا اَوْجَہُ صَحِیْحٌ نَقَلَہٗ جماعۃٌ مِن اصحابِہٖ مَن یُوثَقُ بِھِم [2] — یہی وجہ ہی صحیح ہے اسی کو حضرتِ شیخ کے اصحاب میں سے ایک ایسی جماعت نقل کرتی آئی ہے جو قابلِ اعتبار ہے

---

[1] شذرات الذہب ج ۵ ص ۸۰ [2] نفحات الانس ص ۲۰۲ مطبع حیدری ۱۲۹۸ھ

آگے لکھتے ہیں:-

والصحیح الاول کذا فی تاریخ الامام الیافعی رحمۃ اللہ علیہ[1] صحیح وہی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا یعنی کبریٰ ہی۔ ایسا ہی حضرت امام یافعی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

ولی تراش: مذکورہ بالا لقب کے علاوہ آپ کا ایک اور لقب ولی تراش تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حالتِ وجد میں جس پر آپ کی نگاہ پڑتی تھی وہ ولی بن جاتا تھا۔ یہ نظر کیمیا اثر انسانوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ کتے اور چڑیا بھی اس خدنگ کے ہدف بن جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے ایک تاجر سیر و تماشا کی غرض سے حضرتِ شیخ کی خانقاہ میں آیا۔ حضرتِ شیخ کھڑے تھے۔ آپ کی نگاہ اس تاجر پر پڑی وہ اسی وقت مرتبۂ ولایت پر فائز ہوا۔ آپ نے پوچھا: کس جگہ کے ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے وطن کا نام بتلایا۔ آپ نے اجازت دے دی اور اپنے وطن میں ابلاغ و تبلیغ اور دعوت الی الحق کا کام شروع کرنے کی ہدایت کی۔ اسی طرح ایک باز نے ہوا میں چڑیا کو شکار کرنے کی غرض سے پیچھا کیا۔ اچانک حضرتِ شیخ کی نگاہ اس پر پڑی وہ چڑیا پلٹ گئی اور باز پر غالب آگئی اور اس کو پکڑتے ہوئے شیخ کے سامنے زمین پر اُٹھا لائی۔ تذکروں میں ایک اور فوق الفطری واقعہ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایک دن خانقاہ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ یہاں سے ایک کتا گزرا۔ آپ کی نظر اس پر پڑی کتے کی حالت فوراً بدل گئی۔ وہ بے خود ہوا۔ شہر سے نکلا اور قبرستان کی طرف آیا۔ اپنا سر بار بار زمین پر دے مارا۔ جہاں کہیں جاتا شہر کے کتے جمع ہو جاتے تھے۔ یہی حالت اس کتے پر چند دنوں تک طاری رہی۔ اس کے بعد مر گیا۔ تعجب ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ نے اس کتے کو دفن کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ کتے کے مدفن پر عمارت کھڑی کی جائے۔ ہمارے تذکرہ نگار یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا رومی کے حسبِ ذیل شعر میں اسی محیر العقول واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم از ابنائے جنس ۔۔۔ سگ چو شد منظور نجم الدین سگاں را سرور است

اگرچہ اولیاء اللہ کے کشف و کرامات سے انکار نہیں ہے پھر بھی واللہ اعلم مندرجہ بالا واقعات میں کتنی صحت ہے اور کتنی عقیدتمندی اس میں ملی ہوئی ہے۔ اتنا تو بہرحال یقینی ہے کہ حضرت شیخ

---

[1] نفحات الانس ص ۴۲۵، شذرات الذھب ج ۵ ص ۷۸

نجم الدین کبریٰ کی صحبت معجزانہ اثر رکھتی تھی۔ جس کا اندازہ اُن کے اور امام فخرالدین رازی کے مابین گفتگو سے ہوگا۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔

تحصیل علم اور سفر و سیاحت | یہ تو وضاحت سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ آپ نے کس وقت تعلیم شروع کی اور کس وقت کونسی کتابیں پڑھیں۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ صغر سنی ہی میں آپ علوم ظاہری کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اس کے لئے دور دراز ممالک کی سیاحت بھی اختیار کی ہے۔ ابوالفلاح عبدالحی بن العماد الحنبلی المتوفی ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں :-

رحل الا قطار راکبًا وماشیًا وادرک من المشائخ ما لا یحصٰی کثرۃً [1]

سوار اور پیدل دونوں طرح سے اطراف و ممالک کی سیاحت کی اور بے شمار مشائخ سے ملے۔

حضرت محی السنہ کے کسی شاگرد کے پاس "شرح السنہ" پڑھی۔ ہمدان گئے جہاں حافظ ابوالعلیٰ سے فیض حاصل کیا پھر سکندریہ میں حافظ سلفی سے علم حدیث حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اپنے تمام ہم جماعتوں میں قرآنِ مجید کا فہم اور دیگر علومِ دینیہ عربیہ میں عبورِ کامل حاصل تھا۔ صاحبِ شذرات الذہب لکھتے ہیں۔

تسبق اقرانہٗ فی صغرہٖ الی فہم المشکلات والغوامض [2]

چھوٹی عمر ہی میں اپنے ساتھیوں سے مشکلات وغوامض کے فہم میں سبقت حاصل کی۔

علوم ظاہری سے کنارہ کشی | حضرتِ شیخ کی طالب علمی کا زمانہ تھا ابھی تصوف کی راہ میں قدم نہیں رکھا تھا۔ تبریز میں شرح السنہ پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ اس کو مکمل کرنے کے قریب تھے اچانک انہی آخری دنوں میں درسگاہ میں موجود تھے کہ ایک درویش اندر آئے۔ کسی نے کہا یہ بابا فرخ تبریزی ہیں۔ بابا فرخ مجذوب قسم کے بزرگ تھے۔ انھوں نے اِس موقعہ پر اگرچہ حضرت شیخ کو کچھ نہ کہا مگر رات حضرت شیخ نے اضطراب کی حالت میں گزاری۔ دوسرے دن حسبِ سابق درس میں حاضر ہوئے تو بابا فرخ سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ استاد نے نہ صرف رضامندی کا

---

[1] شذرات الذہب ج ۵ ص ۷۸ [2] ایضاً

اظہار کیا بلکہ خود بھی ساتھ ہوئے۔ وہاں پہونچے تو اندر آنے کی اجازت دی۔ بابا فرخ کی حالت بدل گئی۔ انھوں نے کپڑے چاک کئے جب تھوڑی دیر بعد ہوش سنبھالا تو اپنے ملبوسات حضرت شیخ کو پہنائے اور کہا: ترا وقت دفتر خواندن نیست۔ یہ وقت اب تمہارے علم پڑھنے کا نہیں ہے اب تمہیں عالم کا سر دفتر ہونا ہے۔ مولانا غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

بجز و پوشیدن جامہائے بابا فرخ شیخ نجم الدین
راعرش تا فرش ہرچہ بود در نظر منکشف
گشت باطن خود را از غیر حق خالی یافت [1]

بابا فرخ کا شیخ نجم الدین کو کپڑے پہنانا ہی تھا کہ وہ تمام چیزیں جو عرش سے لیکر فرش تک موجود ہیں حضرت شیخ پر منکشف ہوئیں۔ اور اپنے باطن کو غیر حق سے خالی پایا

جب باہر آئے تو استاد نے جو خود بھی بابا فرخ کی ملاقات کے لئے آئے تھے حضرت شیخ سے کہا: شرح السنہ جواب مکمل ہونے کے قریب ہے جلدی جلدی پوری کرو۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ اسے دو تین دنوں کے اندر اندر ہی پورا کیا جائے۔ شیخ نجم الدین نے مشورہ قبول کیا۔ دوسرے دن جب درسگاہ میں درس کیلئے تشریف لائے تو اچانک بابا فرخ آموجود ہوئے۔ اور کہا:

دے روز ہزار مرتبہ از علم الیقین بگزشتی
امروز باز بر سرِ علم می آری۔

کل دن علم الیقین کے ہزار منزل طے کئے آج پھر علم ظاہر کی طرف لوٹ آئے ہو؟

یہ سُن کر حضرت شیخ درس گاہ سے علحدہ ہوکر گھر چلے آئے وہاں پہنچ کر کوئی اور کتاب لکھنے بیٹھے۔ انہی دنوں حضرت شیخ جب یہ کتاب لکھنے میں منہمک تھے اچانک بابا فرخ حاضر ہوئے اور کہا:

شیطان ترا در کارہائے دیگر انداز د

شیطان نے تمہیں دوسرے کاموں میں لگادیا ہے

بعض حضرات لکھتے ہیں کہ درس میں جو اسباق پڑھ نہ پائے تھے وہی لکھ رہے تھے۔ دفعتاً بابا فرخ آئے اور کہا۔

شیطان ترا تشویش می دہد کہ ایں سخن بار انبویس [2]

شیطان تمہیں یہ باتیں (علم ظاہر) لکھنے کے لئے تذبذب میں ڈالتا ہے۔

بابا فرخ کی اِس مسلسل تنبیہ نے حضرت شیخ کا دل ودماغ پلٹ دیا اور بقول مولانا غلام سرور لاہوری

---

[1] خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۶۰ [2] نفحات الانس ص ۲۷۲

قلم را از دست بینداخت و دوات را　　شیخ نے قلم ہاتھ سے پھینک دیا۔ دوات توڑ دی
بشکست و دل بخدا بست [۱]　　اور دل خدا کو سپرد کیا۔

اب حضرت شیخ نے دنیا و مافیہا سے تمام روابط و ملاقات منقطع کئے۔ اِدھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی کنیت (ابو الجناب میں بھی یہی راز (از دنیا اجتناب می باید کرد) پایا اِس لئے اصحابِ دل کی تلاش میں نکلے۔

تلاشِ مرشد | اِس تلاش و جستجو کے عالم میں جس بزرگ سے ملتے مطمئن نہ ہوتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت شیخ زبردست عالمِ دین تھے۔ وہ علم ہی کی عینک سے تمام علماء و صوفیاء کو دیکھنے لگے۔ اِس میدان میں اُن کی مثال حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ مُنیری کے ساتھ ملتی جلتی ہے وہ بھی ایک عرصے تک کسی بزرگ سے ارادت قائم نہ کر سکے حتیٰ کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رح سے بھی پوری طرح مطمئن نہ ہوئے۔ بالآخر حضرت شیخ نجیب الدین سہروردی رح اُن پر جھاپا مارنے میں کامیاب ہوئے اور ایک ہی ملاقات میں اپنے پنجرے میں بند کر لیا۔ غرض ایک مدت کی تلاش و تفحص کے بعد حضرت شیخ نجم الدین کا مقصد پورا ہوتا ہے یعنی خوزستان میں اُن کی ملاقات شیخ اسماعیل قصری سے ہوتی ہے۔

شیخ اسماعیل قصری کے دامنِ ارادت میں | مرشد کی تلاش کے دوران ایک دن حضرت شیخ خوزستان پہنچے۔ یہاں سخت بیمار ہوئے اور بیٹھنے کے لئے کسی نے جگہ نہ دی۔ جب بیماری نے شدت اختیار کی تو ایک آدمی سے کہا: اِس شہر میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے جو ایک بیمار اور اجنبی کو صحت ٹھیک ہونے تک جائے پناہ دے۔ اس شخص نے کہا: یہاں قریب ہی ایک بزرگ رہتے ہیں۔ اگر آپ وہاں جائیں گے تو وہ ضرور بیٹھنے کے لئے جگہ دے گا۔ حضرت شیخ نے اس بزرگ کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ ان کا نام شیخ اسماعیل قصری ہے۔ حضرت شیخ وہاں چلے گئے تو شیخ قصری نے انہیں خانقاہ میں بیٹھنے کے لئے جگہ دے دی۔ اس خانقاہ میں اور بہت سے درویش آیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ کی بیماری نے یہاں طول پکڑا مگر اس سخت بیماری سے زیادہ تکلیف دہ درویشوں کی محفلِ سماع کی

[۱] خزینۃ الاصفیا ص

گرم بازاری ہوئی۔ اِدھر سے حضرت شیخ سماع کے بغایت منکر تھے۔ اب اتنی ہمت نہ تھی کہ نقل مکان کرتے۔ اسی دوران جب ایک دن پھر مجلسِ سماع گرم ہوئی اسی حالت میں شیخ اسماعیل قصری مجلس سے اُٹھے اور حضرتِ شیخ کے پاس آئے کہا: کیا آپ اُٹھنا چاہتے ہیں؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ شیخ قصری نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور مجلسِ سماع کے عین درمیان بٹھایا۔ یہاں حضرتِ شیخ کے حواس قدرے زائل ہوئے۔ جب افاقہ ہوا تھا تب آپ کو تندرست پایا گویا کوئی بیماری ہی نہ تھی۔ یہیں ارادت حاصل ہوئی۔ دوسرے دن شیخ اسماعیل کا دستِ ارادت پکڑا اور راہِ سلوک کے منازل طے ہوئے[1]۔ حضرتِ شیخ کے خلیفۂ خاص شیخ مجدد الدین بغدادی نے اپنے مُرشد کے خرقہ پوشی کا شجرہ اپنی تصنیفات میں اِس طرح درج کیا ہے۔

امیرالمومنین علی بن ابی طالب ـــ شیخ کمیل بن زیاد ـــ شیخ عبدالواحد ـــ شیخ ابویعقوب سوسی شیخ ابو یعقوب نہرجوری ـــ شیخ ابوعبداللہ بن عثمان ـــ شیخ ابو یعقوب طبری ـــ شیخ ابوالقاسم بن رمضان ـــ شیخ ابوالعباس بن ادریس ـــ شیخ داؤد بن محمد المعروف بہ خادم الفقراء ـــ شیخ محمد بن مانکیل ـــ شیخ اسماعیل قصری ـــ شیخ المشائخ سلطان الطریقہ ولی تراش وقت شیخ نجم الدین الکبریٰ الخوارزمی (رحمہم اللہ)[2]

شیخ عمار یاسر کی صحبت میں ایک عرصے تک اسی خانقاہ میں قیام رہا۔ حضرت شیخ پہلے ہی علومِ شرعیہ سے آراستہ تھے۔ اب باطنی علوم میں کمال حاصل ہوا۔ ایک دن اپنے ظاہر و باطن پر سوچا تو دل سے اپنے تفوّق کا خیال گزرا۔ خیال یہ ہوا کہ میں علم باطن سے بھی خبردار ہو گیا اور علم ظاہر میں اپنے مُرشد شیخ اسماعیل سے فائق ہی ہوں۔ اِس خیال کا گزرنا ہی تھا کہ دوسرے دن شیخ اسماعیل نے صبح سویرے طلب کیا اور فرمایا: نجم الدین، تو اُٹھ جاؤ اور شیخ عمار یاسر کے پاس جاؤ۔ حضرت شیخ کو معلوم ہوا کہ شیخ اسماعیل میرے کل رات کے ارادہ سے باطنی طور پر آگاہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ کچھ کہے بغیر حضرتِ شیخ نے حکم بجا لانے میں جلدی کی۔ یہاں شیخ عمار کی خدمت میں

---

[1] نفحات و خزینۃ [2] رسالۂ فتوتیہ قلمی مصنفہ میر سید علی ہمدانی رح

مُدت تک رہے اور باضابطہ طور پر اُن کے سلسلے کے ساتھ منسلک ہوئے۔ حضرت امیر سید علی ہمدانی نے اِس شجرۂ طیبہ کو یوں ذکر کیا ہے:۔

اپنے مُرشدِ کامل شیخ محمود مزدقانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ شیخ محمود۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی۔ شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنی۔ شیخ احمد کوربانی۔ شیخ رضی الدین علی لالا۔ شیخ مجدالدین بغدادی۔ شیخ نجم الدین کُبریٰ۔ شیخ عمار یاسر۔ شیخ ابو نجیب سہروردی۔ شیخ احمد غزالی۔ شیخ ابوبکر نساج۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی۔ شیخ ابوعثمان مغربی۔ شیخ ابوعلی کاتب۔ شیخ ابوعلی رودباری۔ شیخ جنید بغدادی۔ شیخ سری سقطی۔ شیخ معروف کرخی۔ شیخ داؤد طائی۔ شیخ حبیب عجمی۔ حضرت حسن بصری۔ حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضؓ۔ [1]

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابھی شیخ عمّار کی صحبت ہی میں تھے کہ ایک دن پھر وہی خیال گزرا جس سے احساسِ برتری کی بُو آتی ہے۔ شیخ عمّار بھی باطنی طور پر آگاہ ہو گئے۔ صبح سویرے حضرت شیخ کو بُلایا اور مصر جا کر وہاں شیخ روزبہاں بقلی سے استفادہ کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ وہی ایک چپت سے تمہارے سر سے سارا سودا نکال پھینکے گا۔

شیخ روزبہاں بقلی کی خدمت میں

تعمیلِ حکم لابُدی تھا۔ حضرت شیخ نے رختِ سفر باندھا اور مصر پہنچے۔ جب شیخ روزبہاں عصؒ کی خانقاہ میں داخل ہوئے تو شیخ روزبہاں کو موجود نہ پایا۔ مُرید

---

[1] رسالۂ "فقیریہ" قلمی۔ علامہ ابو محمد المعروف بہ شیخ کبیر روزبہان بقلی شیراز نصبۂ "فسا" کے مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں ۵۲۲ھ میں ولادت اور محرم ۶۰۶ھ میں رحلت کی ہے ریاضت و مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی خرقہ میں سات سال تک کوہ بمویٰ میں عبادت کی۔ بڑے بڑے عرفاء جیسے شیخ اکبرؒ بھی اُن کی عظمت و جلالت کے قائل تھے۔ خود اپنے بارے میں کہتے تھے سمعتُ مِن فلق الصبح الازل حقائق العلوم فصرت عالماً ربانیاً شطاحاً سبحانیاً وصار فاصمد اَبیاً۔ اس کے علاوہ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ تفسیر میں لطائف البیان من تفسیر القرآن اور عرائس البیان فی حقائق القرآن۔ اول الذکر میں فقط مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں اور دوسری میں ائمہ مشائخ جیسے جنید، شبلی، ابوبکر واسطی، سہل بن عبداللہ تستری وغیرہ کے ارشادات بیان کیے ہیں۔ فقہ اور تصوف پر بھی اُن کی متعدد کتابیں ہیں۔ اُن کی حیات پر باقی آگلے صفحہ پر)

سب کے سب مراقبہ کی حالت میں تھے۔ حضرت شیخ نے کسی شخص سے شیخ روزبہان کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے کہا شیخ باہر وضو فرما رہے ہیں۔ حضرت شیخ باہر آئے۔ شیخ روزبہان کو یہاں دیکھا کہ ایک جگہ بہت کم پانی سے وضو کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ چوں کہ عالم دین تھے۔ فقہی عینک سے اس وضو کی صحت اور عدم صحت پر غور کرنے لگے۔ دل میں کہا کہ اتنے کم پانی سے وضو کرنا کہاں تک درست ہے شیخ نمی داند کہ دریں قدر آب وضو ساختن جائز نیست۔ چگونہ شیخے باشد یعنی کیا شیخ یہ بھی نہیں جانتے کہ اتنے کم پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ کس طرح مُرشد بن سکتے ہیں۔ شیخ روزبہان جب وضو سے فارغ ہوئے تو شیخ نجم الدین کے چہرے پر پانی کے چھینٹے لگائے۔ چھینٹوں کا پڑنا ہی تھا کہ حضرت شیخ میں بے خودی پیدا ہوئی۔ شیخ روزبہان خانقاہ میں آئے۔ حضرت شیخ ساتھ ساتھ تھے۔ منتظر تھے کہ شیخ طہارت کے کلمات سے کب فارغ ہو جائیں اور میں سلام عرض کروں ابھی اسی حال میں تھے کہ حضرت شیخ دفعتاً اپنے سارے حواس کھو بیٹھے۔ اِس کے بعد جو حال گذرا وہ اُن ہی کی زبانی مولانا جامی کے الفاظ میں سُنیئے۔ فرماتے ہیں۔

دیدم کہ قیامت قایم شدہ است۔ دوزخ ظاہر گشتہ و مردماں را می گیرند بہ آتش می اندازند و بریں رہ گزر آتش پشتہ است و شخصے بر سرِ آں نشستہ است۔ و ہر کہ می گوید کہ مَن تعلق بُوے دارم اُو را رہا می کنند۔ و دیگراں را در آتش	اِسی بے ہوشی کی حالت میں دیکھتا ہوں کہ قیامت آگئی ہے اور دوزخ نمودار ہوا ہے۔ لوگوں کو پکڑا اور آگ میں پھینکا جا رہا ہے۔ دوزخ کے اوپر کے جانب ایک ٹیلہ ہے جس پر کوئی شخص بیٹھا ہے۔ لوگوں میں سے جو بھی کہتا ہے کہ میں

پچھلے صفحہ کا حاشیہ۔ چار مستند کتابیں ہیں جن میں ایک خود شیخ روزبہان کی تحفۃ العرفان ہے باقی تین تحفۃ اہل العرفان مصنفہ شرف الدین ابراہیم روح الجنان مصنفہ عبد اللطیف شمس اور منازل القلوب مصنفہ سیمابی ہے۔ ان چاروں کتابوں کو محمد تقی دانش نے ایڈٹ کیا ہے اور "روزبہان نامہ" کے نام سے انتشارات انجمن آثار ملی۔ طہران کی طرف سے ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی ہے

می انداختند۔ ناگاہ مرا بگرفتند۔ و بکشیدند، چوں آنجا رسیدم، گفتم: من تعلق بوے دارم مرا رہا کردند۔ من بر پشتہ بالا رفتم دیدم کہ شیخ روزبہان است، پیشش اور فتم و در پائے او افتادم۔ او سیلی سخت بر قفائی من زد۔ چناں کہ از قوتِ آں بر روی در افتادم و گفت پیش ازیں اہلِ حق را انکار مکن [1]

اس شخص سے تعلق رکھتا ہوں اُس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور باقی لوگوں کو آگ میں جھونک دیا جاتا ہے اچانک مجھے بھی پکڑا اور آگ کی طرف کھینچا گیا جب قریب پہنچا تو میں نے بھی کہا کہ میں اِس شخص سے وابستہ ہوں۔ اِس پر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد میں اِس ٹیلے کی طرف چڑھا تو جب قریب ہوا تو دیکھا کہ یہ شخص شیخ روزبہان ہیں۔ میں اُن کے پیروں پر پڑا انہوں نے اس زور سے میری گدی پر طمانچہ مارا کہ میں منہ کے بل گر گیا اور فرمایا: خبردار اب کبھی اہلِ حق سے انکار نہ کرنا

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب میں ہوش میں آیا۔ شیخ روزبہان حالتِ نماز میں تھے۔ جب سلام پھیر دیا میں اُن کے قدموں پر پڑا۔ انہوں نے اُسی طرح طمانچہ مارا اور وہی الفاظ دُہرائے جن سے بے ہوشی کے عالم میں سابقہ پڑا تھا۔

<u>خوارزم کی طرف مراجعت</u> حضرت شیخ کے تمام شبہات و وساوس شیخ روزبہان کی خدمت میں رہ کر ختم ہوئے۔ احساسِ تفوق بھی کالعدم ہوا۔ جب شیخ روزبہان مطمئن ہوئے تو حضرت شیخ کو واپس شیخ عمار کی طرف بھیج دیا۔ اور ایک خط بھی اُن کے نام لکھا جس میں بتایا تھا کہ جتنا تانبا تھا وہ دو کر دیا اب خالص سونا بنا کے بھیج دیتا ہوں۔ جب شیخ عمار کی خدمت میں پہنچے یہاں کچھ مدت ٹھہرے اور سلوک کے منازل طے کیے۔ آخر کار شیخ عمار نے واپس اپنے آبائی وطن خوارزم جانے کی ہدایت کی۔ حضرت شیخ خوارزم لوٹے اور خلقِ خدا کی اصلاح و تربیت میں لگ گئے۔

<u>شہادت</u> کچھ وقت اطمینان سے گزرا اچانک وہ وقت آگیا جب سب سے خطرناک اور وحشی و درندہ صفت قوم کا سردار "تیموجن" معروف بہ چنگیز خان عزم صمیم کر چکا ہے کہ دنیا میں یا خلیفہ

[1] نفحات الانس ص ۲۷۲ طبع حیدری ۱۲۸۹ھ

رہے گا یا خاقان۔ اس طرح وہ اسلامی ممالک کو زیر زبر اور مسلمانوں کی عظیم کثرت کو تہ تیغ کرتا ہے جس دن (بقول مصنف جمعیۃ التواریخ) چھ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا جاتا ہے اسی دن حضرت شیخ بھی شہید ہوتے ہیں۔ مولانا جامی رقمطراز ہیں کہ جب تاتاریوں نے سلطان محمد خوارزم شاہ سے انتقام لینے کی غرض سے خوارزم کی طرف رُخ کیا (حالانکہ سلطان وہاں سے کب کا بھاگ چکا تھا) تو حضرت شیخ نے اپنے بعض اصحاب جیسے سعد الدین حموی، شیخ رضی الدین علی لالا وغیرہ کو طلب کیا اور فرمایا: فوراً اٹھو اور اپنی اپنی جگہوں کی طرف چلے جاؤ اس لئے کہ

آتشے از جانب مشرق برافروخت	مشرق سے ایک آگ نمودار ہونے والی ہے جو مغرب
تا نزدیک مغرب خواہد سوخت	کے قریب تک پھیل کر سب کچھ جلا دے گی۔ یہ ایک عظیم
ایں فتنہ ایست عظیم کہ در اُمت	فتنہ ہے کہ اُمت میں آج تک اس جیسا فتنہ
مثل ایں واقع نہ شدہ ؎	واقع نہیں ہوا ہے۔

یہ سُن کر شاگردوں نے عرض کیا: دعا فرمائیے تاکہ یہ بلا اسلامی ممالک سے ٹل جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا: ایں قضائیست مبرم دعائے دفع آں نمی تواند کرد۔ مولانا غلام سرور لاہوری نے شیخ مجد الدین بغدادی (خلیفہ حضرت شیخ) کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمد خوارزم شاہ نے شیخ مجد الدین کے حاسدوں کے افتراء کا شکار ہو کر اُن کو دریا میں غرق کر دانے کا حکم دیا، تو یہ خبر سُن کر شیخ نجم الدین کی حالت متغیر ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ کہہ کر فرمایا: فرزندم مجد الدین را در دریا انداختند و بمرد۔ دیر تک اسی اضطراب میں رہے اس کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھایا اور ربّ العزت سے دعا کی کہ سلطان کی سلطنت چھین لے۔ یہ خبر جب سلطان کو پہنچی تو پا پیادہ حاضر ہوا۔ اپنے ساتھ ایک سونے کی تلوار، ایک طشت اور ایک کفن لایا۔ حضرت شیخ کے حجرے میں جوتیاں رکھنے کی جگہ کھڑا ہوا اور کہا: اگر دیت (خونبہا) منظور ہے تو سونا حاضر ہے۔ اگر قصاص ہی مطلوب ہے تو تلوار حاضر ہے میں سر بکفن آیا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ کَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰہِ مَسْطُوْرًا تمہارا سارا ملک مجد الدین کی دیت ہے، جو تم سے چھینا جائے گا۔ تمہارا سر بھی عام لوگوں کے ساتھ جائے گا۔

؎ نفحات الانس ص ۴۲۳ نیز شذرات الذہب۔

اور ہم بھی قتل کئے جائیں گے: یہ سُن کر بادشاہ نااُمید ہو کر واپس لوٹا۔[۱] غرض جب شاگردوں کو رخصت کیا تو دور تک اُن کے ساتھ ہو لئے، کچھ اور آگے بڑھے تو رُک گئے اور فرمایا: من دینجا شہید خواہم شد، و مرا اذن نیست کہ بیروں رَوم۔ میں اسی جگہ شہید ہو جاؤں گا۔ مجھے اس جگہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس پر اصحاب چل دیئے۔ تاتار شہر میں داخل ہوئے۔ شیخ اپنے مستقر پر گئے اپنے مُرشد کا خرقہ زیب تن کیا۔ دونوں جیب کنکروں سے بھر دیئے۔ تیر و کمان ہاتھ میں لیا۔ میدان میں اُترے بلند آواز سے پکارا قوموا نقاتل فی سبیل اللہ۔ پہلے دشمن پر کنکر برسائے حتیٰ کہ دونوں جیب خالی ہوئے۔ پھر تیر کمان ہاتھ میں لیا، لڑنے کے دوران حالت یہ تھی۔

جعل یدور و یرقص[۲] گھومنا اور جھومنا شروع کیا۔

اسی حالت میں ایک تیر سینہ میں پھنس گیا۔ اسے کھینچا اور آسمان کی طرف پھینکا۔ خون بہنا شروع ہوا۔ زبان سے باربار کہتے تھے: ان اردت فاقتلنی بالفراق او بالوصال۔ اس کے بعد گر گئے۔ پھر کچھ دیر بعد شوقِ جہاد سے مست و بے خود اور عشق و محبت سے سرشار جان، جانِ آفرین کو سپرد کی تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ کے ہاتھ میں کفار کا جھنڈا تھا جو انہوں نے اُن سے چھین لیا تھا اور اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ حضرات تذکرہ نگار یہ بھی لکھتے ہیں کہ مولانا رومی کے حسبِ ذیل اشعار میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ما از آں محتشمانیم کہ ساغر گیرند — نہ از آں مفلسگاں کہ بز لاغر گیرند
بیکے دست مئے خالص ایماں نوشند — بیکے دستِ دگر پرچمِ کفار گیرند

واللہ اعلم، اس میں کتنی حقیقت ہے البتہ اسمیں شبہ نہیں کہ حضرت شیخ نے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے کر ثابت کیا کہ تصوف گوشہ نشینی کا نام نہیں ہے بلکہ حضرات صوفیہ صافیہ جہاد کے وقت ایک بڑے سے بڑے مجاہد سے کم نہیں ہوتے۔ ؎

فلسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا — ولکن علی اقدامنا تقطر الدما

---

[۱] نفحات الانس ص ۴۲۳ نیز شذرات الذہب [۲] شذرات ج ۵